رجسٹرڈ نمبر اے ۲۰۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب وطن از ملک سلیماں خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی میکرد
می گفت گدا بودن کنعاں خوشتر

# کاکوری اخبار

پندرہ روزہ

جلد ۷ | کاکوری شنبہ یکم اکتوبر ۱۹۴۰ء مطابق ۲۸ شعبان ۱۳۵۹ھ | نمبر ۱۱

## ادبیات

(غزل منشی عبدالکریم صاحب تحسن کاکوروی)

سینہ ہے باغ باغ دلِ داغدار سے
شرمندہ ہو بہار بھی اسکی بہار سے

اے آہ سرد ہو کے نکل قلب زار سے
جلجائے گھر نہ یار کا تیرِ شرار سے

مجنوں نے آہ کی جو دل بیقرار سے
نکلا تڑپ کے ناقہ لیلیٰ غبار سے

ہم نے جو دل دیا تھا تو اس اعتبار سے
رکھو گے اسکو چاہ سے الفت سے پیار سے

افسوس کیا خبر تھی اسے لیکے دام میں
مشقِ ستم کرو گے غریب لدیار سے

سینے میں اور آگ سی اے دل بھڑک اٹھی
تسکین کیا ہوئی مجھے دیدار یار سے

اے قیس صاف ہو جو ترے دل کا آئینہ
ہو عکس ریز جلوۂ لیلیٰ غبار سے

تابع دل و دماغ ہیں قبضے میں یار کا
باہر ہیں اپنے دونوں مرے اختیار سے

وحشت میں اندنوں مجھے صحرا سے انس ہے
بھولا ہوا ہوں گل کی محبت کو خار سے

دل لیکے میرا وہ بھی مصیبت میں پھنس گئے
وہ خود شکار ہو گئے اپنے شکار سے

مٹی ہو کس کی کون تہ خاک دفن ہے
پروانے پوچھتے ہیں یہ شمع مزار سے

ہیں قدرداں کلام تحسن حضرت امیر
ہے فخر کچھ اسے تو اسی اعتبار سے

ہو اپنے مہمانوں کو بلا رہا ہے وہ خود کسی کی ہدایت کا محتاج نہیں بلکہ دوسرے اسکے حکم کے منتظر ہیں۔ بہرحال اس سرکشی میں خدا مسلمانوں کے جان و مال و عزت

## سچی بات

مسلمانوں کو پھسلانے کیلئے کانگریس نے جو سیاسی ہانڈی چڑھائی تھی وہ قریب قریب ادھ کچی (جسے انگریزی میں ہاف بوائلڈ دیسی زبان میں گدرا اور لالہ شاہی فارسی میں نیم پخت کہتے ہیں) ہوکر رہ گئی جہانتک اُنکے امکان میں تھا کیا۔ اب چونکہ گہری آنچ کی ضرورت تھی لہذا اچھے قسم کے ایندھن کی تلاش شروع ہوئی اور مسلمانوں پر مسلم ماس کنٹیکٹ کا آلہ زنگ آلود ہوکر رہ گیا تھا تو اب آزاد مسلم کانفرنس کے نام سے ایک نیا سوانگ بھر آگیا اور مسلمانوں کی بھرتی جاری ہوئی۔ مسلم لیگ نے جب یہ دیکھا تو کروٹ لی اور اس نے بھی بیربل والی ہانڈی چڑھادی۔ کانگریس نے عہدوں اور نقدہ و حرمت کے لالچ دے رکھے تھے۔ مسلم لیگ نے اسلامی ہمدردی اور اخوت کا دسترخوان بچھایا سیدھے سادھے ہندی مسلمان اب چکر میں ہوئے کہ چمکدار تھالی کیطرف دیکھیں یا سفید دسترخوان پر بیٹھیں۔ سبز بانوں کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو تھالی کے پاس مولوی کا نام بنایا گیا تھا وہ ایک لنگوٹی والے فقیر کے کندھے پر ہاتھ رکھے جو فقیر کہتا ہے وہ ہی الفاظ مولوی کی زبان سے ادا ہوتے ہیں اور دوسری طرف میزبانی کرنیوالے کا نام مسٹر کے ساتھ بنایا گیا تھا وہ تن تنہا دسترخوان کے پاس کھڑا نہایت وقار و خلوص سے م

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# کاکوری اخبار

جلد ۷ | کاکوری سہ شنبہ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء | نمبر ۱۱

## اسلام کہاں ہے

مسلمان غور سے پڑھیں

(مضمون ذیل مضمون حضرت ہوش بلگرامی کا عرصہ ہوا ایک اخبار میں چھپا تھا آج ہم اپنے ناظرین کو اسکے پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں مضمون بڑا ہے جو دو قسطوں میں شائع ہوگا۔ اڈیٹر)

یہ وہ صدا ہے لبے اختیار ہے جو کبھی کبھی ان کی زبان سے نکل جاتی ہے جنھوں نے اسلام کا مطالعہ صفحات تاریخ میں نہیں بلکہ کتاب آسمانی میں کیا ہے کیونکہ فی زمانہ مسلمان نما حیوان ناطق تو نظر آجاتے ہیں مگر انپر اسلام تو اسلام انسانیت کا بھی اطلاق نہیں ہوتا ان حالات میں خیالات کی سراسیمگی ادھر ادھر بھٹکاتی ہے تو حجاز کے ریگستانوں عراق کے مرغزاروں ایران کے سبزہ زاروں کربلا کے خونی میدانوں اندلس کے کھنڈروں، افریقہ کے صحراؤں مصر کے دریاؤں، افغانستان کے پہاڑوں اور ہندوستان کے خانقاہوں پر سر پٹکتا ہوا پاتے ہیں یورپ و امریکہ کی تثلیث پرست گلیوں میں چکر لگاتا ہوا پاتے ہیں اور چین و جاپان میں بودھ کے نام لیواؤں کے رحم و کرم پر سانس لیتا ہوا پاتے ہیں۔

اسلام اور سرپٹکے، اسلام اور تثلیث پرست گلیوں میں چکر لگائے اسلام اور رحم و کرم پر سانس لے اسکی علت کو دریافت کرنے کی ضرورت نہیں جبکہ سب سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ استداد زمانہ نے غیر جنس صحبتوں نے آمنہ کے اکلوتے ؐ کی خدائی تعلیم کو دماغوں سے محو کر دیا پیغام الٰہی کو خوبصورت جزدانوں میں دفن کرا دیا۔ اصلیت و حقیقت کو مسخ کر کے رکھدیا اب عمل کرنے لگے جو انسانی دماغ کی تخلیق ہے اور جسکا ثبوت مسلم دنیا کی زندگی کا عمل ہے اگر فرزندی موہن کا استقبال نہ ہوسکے تو سن لیجئے کہ جو توحید کے نعرے لگانیوالے تھے وہ مٹی کے ڈھیروں میں اکسیر کی تلاش کرنے لگے جو سنت پیغمبری پر چلنے والے تھے انکو طبلوں کی تھاپوں میں غیبی آوازیں سنائی دینے لگیں جن کو تربت کو صنم بنانے کی ممانعت کیگئی تھی وہ انکا شاہ کے بنانے بانے میں حسین کی غیر فانی قربانی کا سوگوارانہ ماتم کرنے لگے جو صرف ایک خدا کے پجاری تھے وہ مادی چیزوں کے پرستار ہوگئے جنکے خدائی عقائد متکلمین علمیات کی کسوٹی پر کسنے تھے ان کی زندگیاں توہمات کا مجموعہ بن گئیں۔

تعجب اسلئے ہے کہ جسکی عالم کائنات میں ۴۶ کروڑ کی بھیڑ لگی ہو جو بنی نوع انسان پر شفقت کرنے کیلئے خلق ہوئی ہو اور جس کے پیش نظر عہد اولیں کا نمونہ ہو وہ غیروں کے سامنے اسطرح سے اپنی اسلامی زندگی کو پیش کر رہی ہو اسکا مطلق حافظہ یہ یاد کرنے پر آمادہ ہی نہیں ہوتا کہ غار حرا کے عبادت گذار نے جب دنیا ئے آب و گل کو خدا حافظ کہا تھا تو اس نے اپنی مختصر سی کامل اور قابل تقلید نتیجہ صفوا کائنات پر ہمیشہ کے مطالعہ کیلئے چھوڑ دیا تھا جس سے گئوسالہ پرست حیران تھے اور تثلیث پرست ششدر یہ دہ سالہ کامیابی عبارت تھی مصیبتوں سے کھیلنے اور شکر کے سجدوں میں گر پڑنے کی موسمی سختیوں سے لطف اٹھانے اور اپنے مقصد توحید کو نہ بھولنے کی اپنی ذات کو اسلام کا عملی جامہ پہنانے اور تخیل سے دماغ کو خالی رکھنے کی۔ کیونکہ اسلام نام ہے رواداری کا اسلام نام ہے حقیقت پرست زندگی کا۔ اسلام نام ہے عزم کی بلندی۔ استقلال کی پامردی اور صبر و تحمل کے پرسکون جذبے کا۔

عہد اولیں کے موحدوں نے چونکہ اسلام کی قرآنی تعلیم پائی تھی وحی ترجمان کی خدائی زبان سے تسبیح تلقین کی تھی اسلئے مرتے دم تک وہ صرف موحد ہی رہے اور صرف اسی ایک خدا کی عبادت کرتے رہے جس نے اولین انسان کو جنت حقیقی سے جنت ارضی پر پھینکا تھا مگر دنیا سے اسلام کی بدنصیبی کا وہ پہلا دن ہے جب روح اسلام پرواز کر جاتی ہے اسی وقت بلا کسی وقفے کے جو پہلی ضرب

اسلام پر پڑی ہے وہ تفرقہ کی صورت میں رونما ہوتی ہے اور جو مذہبی طور پر اسلام کے دو ٹکڑے مختلف حیثیوں اور مختلف ناموں سے کر ڈالتی ہے خاص سب دماغوں کی کامیابی پیداوار ہو جاتے ہیں اور اس شجر اسلام ہی سے نئی نئی شاخیں نکالی جاتی ہیں جس نے اپنی صرف ایک شاخ سے اپنی ارتقاد سرسبزی کی ضمانت کی تھی۔

مسلمانان سلف اسپر بجا طور سے فخر کرتے تھے کہ ہم صرف موحد ہیں مگر خلف کے دماغی انکار آخر رنگ لائے اور کوئی سنی مسلمان ہو گیا اور کوئی شیعہ کوئی نجد کے مجنونانہ میدان میں مصلے کو پکارنے لگا اور کوئی ہند میں قانون بنانے کی گلی میں رقص کرنے لگا اسپر کسی نے غور نہ کیا کہ میں امین حجاز کا پیغام بلا شرکت غیرے تھا اسمیں جدید ابواب حواشی کا اضافہ چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق تھا کیونکہ پیغامبر نے نماز پڑھی اور مقتدیوں کو رکوع و سجود اور قیام و قعود سب دکھلا دیے مگر آنکھیں بند ہوتے ہی اجتہادات کی کارفرمائی ہوئی انسانی دماغ کی خشکی نے آخر وہاں چار مصلے بچھوا کر چھوڑے جہاں صرف ایک ہی مصلے سر تسلیم خم کرنے کیلئے بچھایا گیا تھا اور اسپر یہ بڑا لطیفہ کہ ہر صاحب مصلے بزعم خود اسپر نازاں بھی ہے کہ ہمارا اجتہاد اسلامی قانون کا اجتہاد ہے زمانہ کی ترقی پسند رفتار چار پر بھی قناعت نہ کر سکی۔ قادیانیوں نے اپنا پنجابی مصلے بچھا دیا اور مہدیوں نے اپنا جونپوری مصلے بچھا کر شش جہت پیدا کر دی اور ابھی کیا معلوم کہ آئندہ دماغی اجتہادات کتنوں کا اضافہ کر کے رہیں گے۔

(باقی آئندہ)

# نامہ بر کبوتر

(حسب ذیل مضمون حاجی مولوی مصطفےٰ حسن صاحب علوی ایم۔ اے۔ ایچ۔ پی (فاضل دیوبند) لکچرار شعبہ عربی فارسی لکھنؤ یونیورسٹی نے ۲۸ جون ۳۸ء کو پونے آٹھ بجے شب کے وقت آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے نشر کیا تھا اور باجازت ڈائرکٹر صاحب شائع کیا جاتا ہے۔ (اڈیٹر)

لوگوں میں طرح طرح کے پرند پالنے کا شوق ہوتا ہے بعض پرند اپنی ظاہری خوبصورتی کی وجہ سے پسند کئے جاتے ہیں بعض اپنی آواز کی وجہ سے۔ کبوتر بھی منجملہ ان پرندوں کے ایک پرند ہے جو علاوہ خوبصورتی کے اکثر اڑان میں مقابلہ کرنے کیلئے پالا جاتا ہے اور مسلمان اپنی مذہبی روایات کی بنا پر اسکو باعث خیر و برکت سمجھ کر بھی گھروں میں رکھتے ہیں۔

کبوتروں سے نامہ بری اور پیغام رسانی کے کام لینا اس زمانہ میں عام طور پر کبوتر پالنے والوں کا مقصد نہیں ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں نے سب سے پہلے کبوتروں سے یہ کام لینا شروع کیا تھا ایرانیوں میں بھی اسکا رواج ہوا اور یونان والوں نے کبوتروں کو اس کام کیلئے تربیت دینا دراصل انھیں سے سیکھا تھا۔ مصریوں نے اسپر خاص توجہ کی اور مصر سے بصرہ شام دمشق وغیرہ مقامات پر انکے ذریعہ سے پیغامات بھیجے گئے۔ عزیز مصر جو فاطمی حکومت کا دوسرا تاجدار تھا اس نے ایک بار اپنے وزیر یعقوب سے ایک خاص قسم کے غلہ کے دیکھنے کی خواہش کی اس غلہ کی کاشت صرف دمشق میں ہوتی تھی وزیر نے حاکم دمشق کو کبوتر کے ذریعہ خط بھیجکر اطلاع دی کہ کبوتروں ہی کے ذریعہ سے اس خاص غلہ کی جسقدر مقدار ممکن ہو فوراً بھیجدی جائے چنانچہ جس وقت حکم جاری ہوا اسی روز شام ہوتے ہی تھوڑی تھوڑی مقدار کبوتروں کے ذریعہ پہونچکر مصر میں انبار لگ گیا۔

چھٹی صدی میں شہید نورالدین بادشاہ شام کی سلطنت کا دائرہ چونکہ بہت وسیع تھا اسلئے اس نے اطراف سلطنت میں پیغام رسانی کیلئے ان کبوتروں پر خاص توجہ کی اور ایک قلعہ کبوتروں کیلئے ہی مخصوص تھا اسی صدی کے آخر میں عباسی خلیفہ ناصرالدین نے کبوتروں کو سلطنت کا ایک ضروری جزو سمجھ کر اور بھی زائد دلچسپی کا اظہار کیا یہانتک کہ اسکے زمانہ میں ایسے رجسٹر تیار کئے گئے تھے جنمیں کبوتروں کی نسل اور انکے متعلق دوسری ضروری باتوں کا باقاعدہ اندراج ہوتا تھا۔ بغداد اور بصرہ کے رئیسوں کو ان کبوتروں کا بڑا شوق تھا چنانچہ کبوتروں کی قیمت ایک زمانہ میں سات سو گنی تک پہونچ گئی تھی۔ تاریخ وصلے

لکھتے ہیں کہ اچھی نسل کے کبوتروں کے انڈوں کا جوڑا بیس گنیوں میں بکا کرتا تھا۔

آج کبوتر پالنے کا شوق عام طور پر ایک مبتذل شوق خیال کیا جاتا ہے لیکن کسی زمانے میں بڑے بڑے پڑھے لکھے اور معزز لوگ پالا کرتے تھے اور انکے ذریعہ سے پیغام رسانی کا کام لیتے۔ اسکو وہ اہمیت حاصل تھی کہ اگر بادشاہ وقت کو کوئی پیغام کہیں بھیجنا ہوتا تو خود اپنے ہاتھ سے لکھکر کبوتر کے بازو میں باندھ دیتا اور اگر کبوتر کہیں سے پیغام لیکر آتا تھا تو بادشاہ ہی اسکو بازو سے کھولا کرتا یہ بھی ایک دستور تھا کہ اگر کسی ضرورت سے دو کبوتر اڑائے جاتے تو پھر ایک خط میں دوسرے کبوتر کی پوری پہچان کا اشارہ کردیا کرتے تھے۔

نامہ بر کبوتروں اور اڑان کے کبوتروں میں کوئی خاص امتیازی فرق نہیں ہے بھی اُن سے نامہ بری کا کام لیا جاتا تھا اور کبھی اُن سے اڑان میں مقابلہ کیا کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ ہندوستان میں کبوتر پالنے والوں کی عام طور پر غرض یہی ہوتی ہے ہندوستان کیا بیرون ہندوستان بھی بلجیم کے لوگ اسکے بڑے شوقین ہیں اور انکے دیکھا دیکھی امریکہ والوں کو بھی خاص دلچسپی ہوگئی چنانچہ امریکہ کے تقریباً ہر شہر میں چھوٹے بڑے ایسے کلب ہیں جہاں محض کبوتر اُڑا کر تفریح حاصل کرتے ہیں ان کی دلچسپی کا یہ عالم ہے کہ کبوتروں کے حالات نسل اور انکی طاقت پرواز کو لوگوں میں شائع کرنے کیلئے چار رسالے بھی جاری ہیں۔ اسی ملک میں ایک سال کے اندر پانچ ہزار پانسو نوے مقابلے ہوئے اور اسمیں بارہ لاکھ کبوتر شامل کئے گئے انگلینڈ فرانس بلجیم وغیرہ میں بھی کئی بار مقابلے ہوئے۔

کبوتروں سے نامہ بری کا کام لینے کا رواج اس آخری زمانہ میں صرف یونان میں پایا گیا چنانچہ سنہ۱۸۵۰ء میں وہاں چندہ سے ایک انجمن قائم تھی اور اسکا مقصد صرف یہ تھا کہ کبوتروں کے ذریعہ سے خبریں حاصل کرکے انکو شائع کرے وہ انجمن تقریباً بیس سال تک اپنا کام کرتی رہی۔ سرمایہ داروں اور روپیہ کا لین دین کرنیوالوں میں یہ چیز بہت پسند کی جاتی تھی انیسویں صدی کے ابتدا میں ڈچ گورنمنٹ نے فوجی اور غیر فوجی ضرورتوں کیلئے جاوا اور سماٹرا میں پیام رسانی کے اس طریقہ کو بہت رواج دیا۔ ۱۸۷۱-۱۸۷۰ء میں پیرس کے محاصرہ کے وقت اس ذریعہ کو بہت کچھ کام میں لایا گیا اور جو کبوتر اس کام میں زائد کامیاب رہے انکی نسلی سلسلہ کا رجسٹروں میں اندراج کرلیا گیا سنہ۱۹۱۷ء میں امریکہ کے جنگی محکمہ میں کبوتروں کو پیام رسانی کیلئے تعلیم اور تربیت دینے کا کام شروع کیا گیا اور جنگ کے موقعوں پر اُن سے مفید کام لئے گئے شروع شروع ۲۰ کبوتر اس کام کے لئے تیار کئے گئے اور انکے ذریعہ سے ۲۹ اگست سے لیکر ۱۱ ستمبر یعنے صرف ۱۳ روز میں ۴۰ معمولی اور ۱۰۰ اہم اطلاعات بہم پہونچانے کا کام لیا گیا۔ اسمیں سو فیصدی کامیابی ہوئی دسمبر سنہ۱۹۱۸ء کے بعد دوسری جنگوں کے موقعوں پر ۵۷۰ کبوتر اس کام پر رکھے گئے اور ہزاروں جانوں کو تلف ہونے سے بچا لیا گیا بعض موقعوں پر کبوتر زخمی بھی کردیے گئے مگر انھوں نے پیغام رسانی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

اگرچہ گذشتہ جنگ عظیم کے ختم کے بعد سے عام طور پر ان ملکوں میں نسبتاً توجہ کم ہوگئی ہے تاہم انکی تربیت اور تعلیم دینے کا کام جاری ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جلد از جلد پیام رسانی کا اس سے بڑھکر کوئی دوسرا آسان اور کم خرچ ذریعہ ابتک ذہن میں نہیں آیا۔ خاص دار السلطنت امریکہ میں پیغام رسانی کے جدید اور بہترین ذرائع موجود ہونے کے باوجود کبوتروں پر خاص توجہ رہتی ہے۔ سنہ۱۹۳۵ء سے ابتک امریکہ کے اخبار نیویارک ایوننگ جرنل میں برابر کبوتروں ہی کے ذریعہ سے خبریں حاصل کرکے شائع کی جاتی ہیں اور بمقابلہ دوسرے اخباروں کے اس اخبار میں کئی کئی گھنٹے پیشتر چھپ جاتی ہیں۔ پٹرول جنگلوں میں آگ لگنے کی اطلاع دہی میں انسے خاص مدد لیتے ہیں۔ ایک پٹرول اپنے تھیلے میں بیک وقت ۸۰۰ کبوتر اسطرح کہ اُنکے منہ اور سینے کھلے رہتے ہیں ہمراہ لیجاتا ہے وہ ہوائی جہاز جنمیں بے تار کی خبر رسانی یا ریڈیو کے کافی سامان نہیں ہوتے اُنہیں

اسطرح سے دو چار کبوتر ساتھ رکھ لئے جاتے ہیں اور خطروں کے وقت اُنسے کام لیا جاتا ہے انگلینڈ اور فرانس میں ابتک اسطرح کا سلسلہ جاری ہے کہ جب دریا میں طوفان کی وجہ سے تار اور ٹیلیفون کے سلسلے کٹ جائیں تو ان کبوتروں سے کام لیتے ہیں۔ (رانی)

# یہ دنیا ہی یا خواب

(از حسن ابن ضیا علوی صاحب ضیا کاکوروی)

اکھڑے ہوئے نفوس میں کان لگا ہوں    تاریک سی راتوں میں کچھ ڈھونڈھتا ہوں میں

وہ ایک چھوٹی سی لڑکی تھی کوئی سات آٹھ برس کا سن ہوگا میرے قریب کھڑی تھی میں نے اُسے دیکھا عین اسیوقت ایک قیمتی موٹر سڑک پر گذری اُسکے اندر نرم نرم گدیوں پر دو لڑکیاں شام کے مخملیں لباس میں نیم دراز تھیں میں نے اسی طرح کھڑے ہوئے اُسے پھر دیکھا وہ غریب اپنی پھٹی پھٹی آنکھوں سے کھیل دیکھ رہی تھی دو چار سفید پوش انسان پرلطف قہقہوں کے درمیان ٹینس کھیل رہے تھے اور دو کم عمر غریب لڑکے دوڑ دوڑ کر انھیں اٹھا اٹھا کر گیند دے رہے تھے۔ دسمبر کے کڑکڑاتے جاڑے تھے اور میں جسم پر بڑا کوٹ (جسٹر) ڈالے ہوئے (پہنے ہوئے نہیں) کھڑا تھا مگر آہ! وہ معصوم لڑکی صرف ایک چیز پہنے تھی جو کبھی کسی صاحب استطاعت کی گرم بنیائن رہنے کا فخر حاصل کر چکی تھی۔ کیا وہ اسمیں خوش تھی؟ مجھے اپنی طرف متوجہ پاکر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی مگر اسکی چال میں ایک خاص قسم کی طفلانہ شوخی ہونے کے بجائے طفلی کے الھڑپن سے ایک غیر شعوری بیزاری پائی جاتی تھی وہ اسی چال سے قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھتی گئی اور میں دیر تک کھڑے کھڑے اُسے معنی خیز نظروں سے دیکھا کیا۔ میں نے اُسکے انداز کی لاپرواہی، اُسکے چہرہ کی مردنی، اُسکی جھریاں پڑی ہوئی کھال، اسکے لباس کی بے ترتیبی اور سب سے زیادہ اس کی آنکھوں کے تاریک خلا میں سے ایک افسانہ پڑھ لیا تھا اور اسکا موازنہ سڑک پر گذر جانیوالی موٹر کی تیز رفتار اور سواریوں کی شان سے کر رہا تھا ایک چیز کی کمی دونوں میں نظر آئی ایک طرف حیات کی خلش، کمزور روح کی پامالیاں تھیں جنھوں نے اُسے احساس سے بیگانہ کر دیا تھا۔ دوسری طرف دولت کی عشرت کاریاں تھیں جو ایک بار انسان کی آنکھوں کو خیرہ کر کے اسے زندگی کی کاوشوں سے بے خبر کر دیتی ہے اور کائنات کو اسکے لئے ایک قہقہہ بنا کر رکھ دیتی ہیں جسمیں اوہام کا جیسا کھوکھلا پن ہوتا ہے۔ حقیقت کی گہرائیوں سے دور ایک کرب، بچپنے کی صداقتی دوسرے اسکی بازگشت تک سمجھنے سے قاصر ہی رہا کہ یہ زندگی کا تضاد کیا معنی رکھتا ہے کہ یہ صرف گناہ اور عذاب کا ردعمل ہے؟ کیا فطرت کا نظام صرف جزا و سزا کے حقیر اصولوں پر قائم ہے۔ کیا یہ کہدینا کافی ہو سکتا ہے کہ یہ دنیا کی حقیقتیں ہیں جسمیں تردید و تصرف کی گنجائش ہی نہیں؟ تقدیر کا کھیل! اگر انسان اسقدر مجبور تھا تو اسکو احساس و ارادہ کی قوت دینے سے کیا مراد؟ علم و ادب کیا معنے رکھتا ہے؟ اگر ادراک کاوش کو لاطائل سمجھ لیا جائے تو فلسفہ و سائنس اسقدر نامکمل ہیں، زندگی کی حقیقتوں سے اتنے دور۔

---

ساون کی بدلیاں گھری ہوئی تھیں میں "بچہ" اپنی بہن کی انگلی پکڑے اپنے بنگلے کے صحن میں ٹہل رہا تھا وہ ایک بیل کے بچے کو دیکھکر اُسکی طرف لپکی میں مسکرا دیا میں نے اس طفلانہ فعل میں زندگی کا ایک سنہرا ورق دیکھا تھا۔ کتنی معصومیت تھی بچپن کی اس حرکت میں۔ یہی بچہ تھی جس نے ایک مرتبہ چاند کو دیکھکر کہا تھا "چندا ماموں آجا" ..... اور پھر نہ جانے کیا محسوس کر کے "چاند آتا (رہا) ہے" "تبسمان" "سیلے (میرے) پاس آئیگا میں گود میں لونگی" اقبال مرحوم کا یہ مصرعہ "یہی معصوم خواہش نہیں تو اور کیا ہے۔ "آ اتر آ میرے دل میں ساتھ لیکر چاندنی" یا انسر کا شعر "چاندنی کا لطف اُٹھے دم سے ہے، اور محبت اسکو اکثر ہم سے ہے" کیا ایسے ہی معصوم تاثرات کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے مگر یہ سب شاعری ہے زندگی کی عام تلخ حقیقتوں سے انھیں کوئی سروکار نہیں۔ حقیقت اور پھر تلخ! میں سوچنے لگا۔ حقائق جنھیں ظاہر ہونا چاہیے مستور ہیں اور ظواہر انسان کے دل و دماغ پر مستولی نظر آتے ہیں۔ وکٹر ہیوگو کا

خیال کسقدر صحیح تھا جب اُس نے دنیا کو "موہوم حقیقتوں اور حقیقت کے پرتو ہمات" تعبیر کیا تھا۔۔۔۔۔۔ (باقی)

# ایک دلچسپ ادبی لطیفہ

ایک بزرگ مشہور و معروف قومی شاعر کسی ضروری کام سے دہلی گئے اور اپنے دوست ایک دوسرے مشہور شاعر اور اخبار نویس کے پاس مقیم ہوئے۔ اتفاق سے میزبان صاحب نے انھیں دنوں مکان تبدیل کیا تھا اور جو مکان انھوں نے اب کرایہ پر لیا تھا اُسمیں پہلے ایک طوائف رہتی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ دونوں حضرات یعنے مہمان و میزبان آرام کر رہے تھے۔ اتفاق سے طوائف کا ایک دوست اس مغالطہ میں کہ شاید وہ طوائف ابتک اُس مکان میں رہتی ہے۔ زینہ پر چڑھا۔ دروازہ بند تھا۔ اُس نے دستک دینا شروع کی۔ جب اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔ تو اُس نے آواز دی۔ بی جان! طبیعت کیسی ہے جو آج اتنی جلد سو گئیں؟ اخبار نویس نے اس آدمی کو اندر سے ڈانٹا۔ وہ یہ سمجھ کر کہ کمرہ کے اندر طوائف کا کوئی دوسرا دوست فردکش ہے بدکلامی کرنے لگا۔ اخبار نویس صاحب کی طبیعت میں غصہ زیادہ تھا۔ دروازہ کھولکر باہر نکل آئے۔ اور مغالطہ کا شکار نو وارد ان سے لڑنے لگا۔ وہ اندر آنا چاہتا تھا اور اخبار نویس صاحب اُسے روک رہے تھے مہمان بھی قومی شاعر صاحب جو فطری طور پر بہت بردبار اور صلح پسند تھے۔ قضیہ چکانے کیلئے باہر تشریف لائے۔

چونکہ شاعر صاحب دہلی میں قومی مجالس وغیرہ میں شرکت کیلئے برابر آتے جاتے رہتے تھے۔ اسلئے طوائف کا دوست شاعر صاحب کو خوب پہچانتا تھا۔ اُس نے شاعر صاحب کی صورت دیکھتے ہی جھک کر سلام کیا۔ اور کہا واہ جناب واہ! یہ آپ کی نورانی صورت یہ آپ کی بزرگی۔ دوسروں کو آپ بری باتوں سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں اور جب قومی مجلسوں میں نظمیں پڑھتے ہیں۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا سارا درد آپ ہی کے دل میں سما گیا ہے۔ مگر ماشاء اللہ حرکتیں آپ کی یہ ہیں کہ راتیں طوائف کے مکان پر گذاری جاتی ہیں۔ شاعر صاحب کو یہ فقرہ سنکر بہت ہنسی آئی سمجھ گئے کہ کیا معاملہ ہے۔ نو وارد کو مکان کے اندر لیجا کر اصل حالات سے مطلع کرنا چاہا۔ لیکن وہ اسقدر مشتعل تھا کہ اُس نے کوئی بات سننا بھی گوارا نہ کی اور قومی شاعر صاحب سے یہ کہکر چلتا ہوا جس طوائف کے یہاں آپ جیسے بزرگ تشریف لاتے ہوں وہاں غریب آدمی کا کام نہیں ہے۔ آپ اطمینان سے رات گزاریے۔ دوسرے دن اخبار نویس صاحب نے اُس مکان کی سکونت ترک کردی۔

# وطن کی خبریں

متوسطین، اعزہ، احباب و جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اطلاعاً دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

**موسم:۔** ۵ ار ستمبر کو جو میلا پانی کا گرا تھا اُسکے بعد بھی کئی دن تک تھوڑی تھوڑی بارش ہوتی رہی مجموعی حیثیت سے اس سے زراعت کو کچھ فائدہ پہونچنا بیان کیا جاتا ہے۔ ایک اچھے پانی کی سخت ضرورت ہے۔ کئی دن سے دن میں پھر دھوپ سخت ہونے لگی اور ابتدائی حصہ رات میں کچھ امس بھی ہوتی ہے۔ نصف شب کے بعد خنکی ہو جاتی ہے۔

**آب و ہوا:۔** ملیریا اور انفلوئنزا کی شکایت سنی جاتی ہیں خداوند کریم سبھوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

**شب برات:۔** ۱۷ ر ستمبر کو تہوار منایا گیا۔ غروب آفتاب کے کچھ قبل بارش کا سلسلہ شروع ہو جانے کی وجہ سے مقابر پر فاتحہ خوانی کیلئے جانا مشکل ہو گیا اسلئے گھر ہی پر عزیز و اقارب اور دوست و احباب کی ارواح کو فاتحوں وغیرہ کا ثواب بخش گیا۔ نوافل اور اوراد و وظائف و تلاوت کلام پاک کیگئی اور لوگوں نے شب بیداری بھی کی۔ مستورات تمام دن حلوے وغیرہ کی تقسیم میں مصروف رہیں اور رات کو کافی رات گئے تک بہت سی بیبیوں نے عبادت میں بھی وقت گذارا۔

**عقد** :- طاہرہ بیگم صاحبہ، نائب حاکم اعلےٰ صوبہ بنگال تحریک خاکساران (اہلیہ مولوی کلیم الدین خاں علوی) نے بذریعہ تحریر کلکتہ سے اطلاع دی کہ انکی منجھلی صاحبزادی الیس خاتون کا عقد ۲۰ر ستمبر سنہ [illegible] کو مسٹر غلام غوث (جو لکھنؤ کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور دہلی میں مارکٹنگ افسر ہیں) کے ساتھ ہوا اور اسی دن رخصتی عروس عمل میں آئی۔ ہم عزیزہ موصوفہ کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے زوجین کی پُر لطف اور خوشی و خرمی سے زندگی بسر ہونے کی دعا کرتے ہیں۔

**وار کمیٹی** :- ۲۱ر ستمبر کو ۱۱ بجے صبح کے وقت حاکم پرگنہ صاحب بہادر معہ تحصیلدار صاحب لکھنؤ کے کاکوری آگئے تھے اور ایک جلسہ جنگ میں مالی امداد کیلئے ہوا تھا۔ ناوقت ہونے کی وجہ سے اجتماع کم تھا اور بیشتر لوگ اپنی ضروریات سے لکھنؤ گئے تھے۔ چندہ جنگ کی تفصیل نہ معلوم ہو سکی کہ کتنی رقم وصول ہوئی اور کتنے کے وعدہ ہوئے۔ یقین ہے کہ اہل قصبہ اسوقت گورنمنٹ کی امداد اپنے امکان بھر اچھے طور پر کرینگے۔

**صحت و تندرستی** :- (۱) جناب حافظ علی حیدر صاحب قلندر کو گذشتہ عشرہ میں لرزہ سے کئی دن بخار آگیا تھا اب بفضلہ تعالیٰ اچھے ہیں اور بخار کے اثرات زائل ہو چکے ہیں۔

(۲) مولوی مقبول الدین صاحب کو بخار اُتر گیا ہے اور ہلکی غذا بھی ڈاکٹر نے تجویز کی ہے۔ البتہ ابھی ضعف بہت ہے بلا سہارا نشست و برخاست نہیں ہو سکتی۔ خدا کرے جلد قوت عود کرے

(۳) مولوی محمد حسن عباسی (قاضی گڑھی) کو گذشتہ عشرہ میں نزلہ کے ساتھ بخار آگیا تھا کئی دن تکلیف رہی۔ اب بخار نہیں ہے اور بخار کے اثرات رفع ہو رہے ہیں۔

(۴) حکیم مولوی حکیم الدین صاحب علوی (باولی) کے متعلق فرخ آباد سے اطلاع آئی تھی کہ گذشتہ ماہ میں سخت علیل ہو گئے تھے۔ خون کے پیشاب کا دورہ ہو گیا تھا۔ اب خدا کے فضل سے اچھے ہیں۔ کمزوری ہو گئی تھی جو بتدریج رفع ہو رہی ہے۔

(۵) میر شجاعت علی عباسی بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی (قلعہ) کے متعلق اورنگ آباد کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ سخت بخار میں مبتلا ہو گئے تھے ۱۰۴ اور ۱۰۵ ڈگری بخار آیا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب اچھے ہیں۔ کمزوری بڑی حد تک رفع ہو گئی ہے۔

**علالتیں** :- (۱) مولوی تحسین الدین علوی بی۔اے، کے متعلق دریافت ہوا ہے کہ اجابتیں کئی ہوتی ہیں اور اب استفراغ بھی ہونے لگا ہے، کھانسی بھی اکثر آتی ہے۔ بخار ۱۰۲ رہتا ہے۔ کمزوری حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اللہ جل شانہ رحم فرمائے اور عزیز مذکور کو صحت عطا کرے۔

(۲) قاضی راشد علیخاں کئی دن ہوئے خیرآباد سے واپس آگئے ہیں۔ شکایات میں کمی بتلاتے ہیں اور آنکھ کی بینائی میں ابھی پہلے کے مقابلہ میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ علاج و پرہیز بدستور ہے ۱۶ انجکشن ہو چکے ہیں ۳۴ اور ہونگے ۵۰ کا کورس پورا ہو گا۔ ڈاکٹر نے آرام کرنے کی زیادہ تاکید کی ہے چلنے پھرنے اور پڑھنے لکھنے کی ابھی ممانعت ہے۔ اللہ تعالیٰ بقیہ شکایت بھی جلد رفع فرمائے۔

(۳) اہلیہ مقبول الدین علوی صاحب کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ منہ میں چھالے پڑ گئے ہیں جسکی وجہ سے تکلیف ہے گو علاج سے چھالوں وغیرہ میں کمی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے آکلہ کا اندیشہ ظاہر کیا ہے۔ خداوند کریم موصوفہ کو صحت عاجلہ کاملہ عطا فرمائے

(۴) میر احسان علی صاحب (دلی نگر) کو لرزہ کے ساتھ بخار آرہا ہے۔ اور ضعف زیادہ ہو گیا ہے۔ بعض وقت بخار تیز ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد صحیح و تندرست فرمائے۔

(۵) والدہ منشی عبدالرحمٰن علوی (احاطہ حضرت صاحب) کو سنا ہے کہ تمام بدن پر آبلے پڑ گئے ہیں جس سے پانی بھی نکلتا رہتا ہے اور خارش بھی ہوتی ہے جسکی وجہ سے نیند بھی کم آتی ہے۔ خداوند کریم جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔

(۶) منشی خلیق احمد علوی ایم۔ایس۔سی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ عزیزہ نوا (بمبئی) میں فٹ بال کھیلتے میں گر پڑے تھے بائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور کہنی باہر نکل آئی تھیں۔ ڈاکٹر نے

گھنٹے بیہوش رکھکر ہڈی کو درست کیا۔ زخم تو اچھے ہو گئے ہیں لیکن ابھی ہاتھ پر پلاسٹر لگا ہوا ہے جو ایک ماہ کے بعد بدلا جائیگا ہے۔ ہاتھ ابھی سیدھا نہیں ہوتا۔ یہ حادثہ جولائی میں پیش آیا تھا یہاں کسی کو اطلاع نہیں تھی۔ اب بحصول رخصت لکھنؤ آنے پر معلوم ہوا۔ خدا کرے ہڈی جڑ کر ہاتھ بدستور سابق کام کرے اور تکلیف رفع ہو۔

(۲) مولوی اسعد اللہ علی عباسی (قاضی گڑھی) بلڈ پریشر کی شکایت میں مبتلا ہیں گذشتہ ماہ میں شدائد پڑ گئے تھے۔ ڈاکٹر نے بالکل آرام کرنے کی ہدایت کی ہے دواؤں کے استعمال اور آرام کرنے سے فائدہ محسوس ہو رہا ہے اور بمقابلہ پہلے کے شکایت میں کمی ہے لیکن ہنوز ازالہ مرض نہیں ہوا ہے۔ اللہ تعالٰی جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔

**متفرقات**:۔ (۱) یہ سنکر خوشی ہوئی کہ منشی رفیق احمد علوی بی اے خلف پروفیسر منشی حبیب احمد علوی ایم۔ ایس۔ سی (بادلی)، ای۔ آئی۔ آر۔ کے اکاؤنٹ سیکشن میں بمشاہرہ سے رماہوار ملازم ہو گئے ہیں اور لکھنؤ کے دفتر میں تقرر ہوا ہے۔ خدا مبارک کرے اور جلد ترقی کی خبر آئے۔

(۲) معلوم ہوا کہ شیخ مشیر علی عباسی اورسیر ایک ماہ کی رخصت لیکر وطن آئے تھے۔ ۲۳ ستمبر کو آگرہ واپس گئے۔

(۳) شیخ محمد یوسف (قاضی گڑھی) بارہ سال کے بعد مع اپنی اہلیہ اور پوتے کے بھوپال سے آئے ہیں۔

(۴) قاضی راشد علیخاں عباسی بی۔ اے۔ نے حسب ذیل تحریر "آنکھوں کے ہسپتال" خیر آباد سے ہمکو بغرض اشاعت بھیجی تھی:۔

"میں اپنے ان تمام اعزہ و احباب کا دلی مشکور ہوں جنہوں نے از راہ ہمدردی و عنایت بذریعہ تحریر یا بذاتہ زحمت سفر گوارا فرماکر میری عیادت کی۔ تحریرات کے جوابات فرداً فرداً دینے سے قاصر ہوں کیونکہ ڈاکٹر نے ابھی آنکھوں سے کام نہ لینے کی ہدایت کی ہے۔ لہذا بذریعہ اخبار میں تمام مخلصین کا شکریہ ادا کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں" محمد راشد علی عباسی۔ از آئی ہاسپٹل خیر آباد۔

(۵) معلوم ہوا ہے کہ قصبہ میں دو مقامات پر مثل سالہائے گذشتہ سانجھی کے تماشے شروع ہوئے ہیں سنا ہے مجمع کثیر ہوتا ہے اور قصبہ کے علاوہ قرب و جوار کے مواضعات سے لوگ آتے ہیں اور رات بھر تماشوں میں گذارتے ہیں۔ خدا کرے سالہائے ماسبق کی طرح چوریوں کے واقعات نہوں۔

**حادثات**:۔ (۱) ۱۸ ستمبر سنہ ۳۸ء کی شام کو مولوی نجیب اللہ صاحب فرنگی محلی نے میڈیکل کالج لکھنؤ میں طویل علالت کے بعد رحلت فرمائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہمکو اس حادثہ میں مرحوم کے اعزہ خصوصاً ضعیف ہمشیرہ (والدہ منشی مشکور علی علوی) سے دلی ہمدردی ہے۔ باری تعالٰے پسماندگان کو صبر عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

(۲) اطلاع ملی ہے کہ چودھری وکیل احمد صدیقی (چودھری محلہ) کے خسر و خالو منشی محمد اوصاف صاحب نے بمقام لکھنؤ مرض سرطان میں کچھ عرصہ علیل رہکر ۲۰ ستمبر سنہ ۳۸ء کو بمقام لکھنؤ انتقال کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خداوند کریم مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ ہم چودھری محمد اسمٰعیل اور چودھری وکیل احمد صاحبان و دیگر اعزہ سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ سنا ہے مرحوم بڑے کنبہ پرور تھے۔

(۳) دلی رنج و افسوس کے ساتھ ہم یہ خبر درج کر رہے ہیں کہ مولوی مجتبٰے علی عباسی خلف دوم مولوی فدا علی صاحب مرحوم (قاضی گڑھی) نے ۲۵ ستمبر سنہ ۳۸ء بروز چہارشنبہ بمقام تلہر ضلع شاہجہانپور (جہاں وہ بعہدہ اورسیری ملازم تھے) سفر آخرت اختیار کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کی علالت کا حال پہلے سے معلوم نہ تھا صرف اسقدر سنا تھا کہ کچھ دنوں سے بلڈ پریشر کی شکایت ہو گئی تھی۔ ہمکو اس حادثہ عظیم میں مرحوم کی بیوہ، دونوں صاحبزادوں، بیٹی اور برادر بزرگ مولوی اسعد اللہ علی عباسی سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ جل شانہ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور عزیزوں کو صبر و سکون عنایت فرمائے۔

سید محمد مشیر الدین نے یونائیٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین چھپوا کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (لال اعلی) کاکوری سے شائع کیا۔